شذرات

سید منظور الحسن

حدیث و سنت کی حجیت

جناب جاوید احمد غامدی کا موقف

[یہ تحریر راقم کے ایم فل علوم اسلامیہ کے تحقیقی مقالے سے ماخوذ ہے۔ ''حدیث و سنت کی حجیت پر مکتب فراہی کے افکار کا تنقیدی جائزہ'' کے زیر عنوان یہ مقالہ جی سی یونیورسٹی لاہور کے شعبۂ عربی و علوم اسلامیہ کے تحت ۲۰۱۲ء-۲۰۱۴ء کے تعلیمی سیشن میں مکمل ہوا۔]

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

جناب جاوید احمد غامدی رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی اطاعت اور دین میں آپ کے مقام و مرتبے کے حوالے سے اُسی موقف پر قائم ہیں جس پر تمام علماے سلف کھڑے ہیں۔ چنانچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کو کمال انسانیت کا مظہر اتم اور زمین پر خدا کی عدالت کہتے، آپ کی ہستی کو عقیدت اور اطاعت، دونوں کا مرکز مانتے اور آپ کے احکام کی بے چون وچرا تعمیل کو لازم قرار دیتے ہیں۔ وہ دین کو آپ کی ذات میں منحصر سمجھتے اور اِس بنا پر آپ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کو قیامت تک کے لیے حجت تسلیم کرتے ہیں۔ ماخذ دین کی بحث میں اُنھوں نے 'دین کا تنہا ماخذ' کی جو منفرد تعبیر اختیار کی ہے، اُس سے حصول دین کا سارا رخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف منتقل ہو گیا ہے اور آپ کے وجود پر دین کا انحصار رائج تعبیرات کے مقابلے میں زیادہ نمایاں اور زیادہ مرتکز ہو کر سامنے آیا ہے۔[1] دین اسلام پر اپنی کتاب ''میزان'' کا آغاز کرتے ہوئے اُنھوں نے لکھا ہے:

۱۔ اصول اور احکام کی کتابوں میں دین و شریعت کے بالعموم چار ماخذ بیان کیے گئے ہیں: قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔

"دین اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جو اُس نے پہلے انسان کی فطرت میں الہام فرمائی اور اِس کے بعد اُس کی تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ اپنے پیغمبروں کی وساطت سے انسان کو دی ہے۔ اِس سلسلہ کے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ دین کا تنہا ماخذ اِس زمین پر اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات والا صفات ہے۔"[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو دین کا تنہا ماخذ تسلیم کرنے کے لازمی نتیجے کے طور پر وہ تمام تر دین کو آپ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ درج بالا مقدمے کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"یہ صرف اُنھی (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہستی ہے کہ جس سے قیامت تک بنی آدم کو اُن کے پروردگار کی ہدایت میسر ہو سکتی اور یہ صرف اُنھی کا مقام ہے کہ اپنے قول و فعل اور تقریر و تصویب سے وہ جس چیز کو دین قرار دیں، وہی اب رہتی دنیا تک دین حق قرار پائے۔"[3]

یہی وجہ ہے کہ اُن کے نزدیک اخذ دین کی ترتیب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مقدم اور قرآن و سنت کا موخر ہے اور آپ کی حیثیت ماخذ و مصدر کی اور قرآن و سنت کی نوعیت اس سے پھوٹنے والی دو الگ الگ صورتوں کی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دین آپ کے صحابہ کے اجماع اور قولی و عملی تواتر سے منتقل ہوا اور دو صورتوں میں ہم تک پہنچا ہے: ۱۔ قرآن مجید۔ ۲۔ سنت۔"[4]

www.javedahmadghamidi.com

غامدی صاحب کے تمام تر دینی فکر کا مدار اسی اصولی مقدمے پر قائم ہے۔ حدیث و سنت کی حجیت کی بحث بھی اسی مرکزی نکتے کے گرد گھومتی ہے۔ اس بحث کے بنیادی نکات کو اگر ہم اُن کی تحریروں سے اخذ کرنا چاہیں تو وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ غامدی صاحب کے نزدیک ایمان بالرسالت کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کے رسول کی مکمل اطاعت کی جائے، کیونکہ رسول صرف عقیدت کا مرکز نہیں، بلکہ اس کے ساتھ اطاعت کا مرکز بھی ہوتا ہے۔ اُس کے منصب کا تقاضا ہے کہ اُسے فقط منذر اور مذکر کے طور پر نہیں، بلکہ واجب الاطاعت ہادی

۲۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، لاہور: المورد، ۲۰۱۵ء، ص ۱۳۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً۔

کی حیثیت سے قبول کیا جائے اور زندگی کے ہر معاملے میں اُس کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ لکھتے ہیں:

"... نبی صرف عقیدت ہی کا مرکز نہیں، بلکہ اطاعت کا مرکز بھی ہوتا ہے۔ وہ اِس لیے نہیں آتا کہ لوگ اُس کو نبی اور رسول مان کر فارغ ہو جائیں۔ اُس کی حیثیت صرف ایک واعظ و ناصح کی نہیں، بلکہ ایک واجب الاطاعت ہادی کی ہوتی ہے۔ اُس کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں جو ہدایت وہ دے، اُس کی بے چون وچرا تعمیل کی جائے۔"[5]

وہ اطاعت رسول کو محض رسمی اور قانونی ضرورت کے طور پر بیان نہیں کرتے، بلکہ خلوص و محبت اور عقیدت واحترام کے جذبات کو بھی اس کا لازمی حصہ قرار دیتے ہیں:

"... یہ اطاعت کوئی رسمی چیز نہیں ہے۔ قرآن کا مطالبہ ہے کہ یہ اتباع کے جذبے سے اور پورے اخلاص، پوری محبت اور انتہائی عقیدت واحترام سے ہونی چاہیے۔ انسان کو خدا کی محبت اِسی اطاعت اور اِسی اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت خود بھی مختلف طریقوں سے واضح فرمائی ہے۔ ایک روایت میں آپ کا یہ ارشاد نقل ہوا ہے کہ کسی شخص کا ایمان اُس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتا، جب تک وہ مجھے اپنے باپ بیٹوں اور دوسرے تمام لوگوں سے عزیز تر نہ رکھے۔"[6]

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اس بنا پر آپ کے قول و فعل کی حجیت کو آپ کے زمانے تک محدود نہیں سمجھتے، بلکہ اُسے ابدی مانتے ہیں اور اسے کسی کی رائے کے طور پر نہیں، بلکہ قرآن کے فیصلے کے طور پر قبول کرتے ہیں:

"... قرآن اِس معاملے میں بالکل واضح ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وہدایات قیامت تک کے لیے اُسی طرح واجب الاطاعت ہیں، جس طرح خود قرآن واجب الاطاعت ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے محض نامہ بر نہیں تھے کہ اس کی کتاب پہنچا دینے کے بعد آپ کا کام ختم ہو گیا۔ رسول کی حیثیت سے آپ کا ہر قول و فعل بجائے خود قانونی سند و حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کو یہ مرتبہ کسی امام و فقیہ نے نہیں دیا ہے، خود قرآن نے آپ کا یہی مقام بیان کیا ہے۔"[7]

آپ کے قول و فعل کی قانونی سند و حجت کی بنا پر وہ سمجھتے ہیں کہ اس دنیا میں شریعت دینے کا حق صرف

۵۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، لاہور: المورد، ۲۰۱۵ء، ص ۱۴۴۔

۶۔ ایضاً، ص ۱۴۵۔

۷۔ غامدی، جاوید احمد، برہان، لاہور: المورد، ۲۰۰۸ء، ص ۱۳۸۔

www.javedahmedghamidi.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور آپ کی دی ہوئی شریعت میں کسی انسان کو، خواہ وہ ابو بکر و عمر جیسا بلند پایہ ہی کیوں نہ ہو، تغیر و تبدل کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ لکھتے ہیں:

”اِس زمین پر قیامت تک کے لیے یہ حق صرف محمد رسول اللہ کو حاصل ہے کہ وہ کسی چیز کو شریعت قرار دیں، اور جب اُن کی طرف سے کوئی چیز شریعت قرار پا جائے تو پھر صدیق و فاروق بھی اُس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کر سکتے۔“[8]

۲۔ غامدی صاحب کا موقف ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا وجوب قیامت تک کے لیے ہے۔ اپنی حیات مبارکہ میں آپ بنفس نفیس مرجع اطاعت تھے اور اب یہ مقام و مرتبہ قرآن و سنت کو حاصل ہے۔ حکومت و ریاست کی اطاعت انھی کی اطاعت کے ماتحت ہے۔ لہٰذا حکمرانوں سے اختلاف تو ہو سکتا ہے، مگر قرآن و سنت سے اختلاف کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔ حکمرانوں سے اختلاف کی صورت میں بھی فیصلے کے لیے قرآن و سنت ہی کو حکم کی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک مسلمان اپنی ریاست میں قرآن و سنت کے خلاف یا اِن کی رہنمائی کو نظر انداز کر کے کوئی قانون سازی نہیں کر سکتے:[9]

”... اللہ و رسول کی یہ حیثیت ابدی ہے، لہٰذا جن معاملات میں بھی کوئی حکم اُنھوں نے ہمیشہ کے لیے دے دیا ہے، اُن میں مسلمانوں کے اولی الامر کو، خواہ وہ ریاست کے سربراہ ہوں یا پارلیمان کے ارکان، اب قیامت تک اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اولی الامر کے احکام اِس اطاعت کے بعد اور اِس کے تحت ہی مانے جا سکتے ہیں۔ اِس اطاعت سے پہلے یا اِس سے آزاد ہو کر اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ چنانچہ مسلمان اپنی ریاست میں کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتے جو اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہو یا جس میں اُن کی ہدایت کو نظر انداز کر دیا گیا ہو۔ اہل ایمان اپنے اولی الامر سے اختلاف کا حق بے شک، رکھتے ہیں، لیکن اللہ اور رسول سے کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا، بلکہ اِس طرح کا کوئی معاملہ اگر اولی الامر سے بھی پیش آ جائے اور اُس میں قرآن و سنت کی کوئی ہدایت موجود ہو تو اُس کا فیصلہ لازماً اُس ہدایت کی روشنی ہی میں کیا جائے گا۔“[10]

۳۔ غامدی صاحب حدیث و سنت کے ایک حصے کو دین کے ایسے مستقل بالذات جز کے طور پر قبول کرتے

۸۔ غامدی، جاوید احمد، برہان، لاہور: المورد، ۲۰۰۸ء، ص ۱۳۸۔

۹۔ ایضاً، ص ۱۳۸۔

۱۰۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، لاہور: المورد، ۲۰۱۵ء، ص ۴۸۴۔

www.javedahmedghamidi.com

ہیں جس کی ابتدا قرآن سے نہیں ہوئی[11] اور جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے اہتمام، پوری حفاظت اور پوری قطعیت کے ساتھ امت کو منتقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"سنت کی حیثیت دین میں مستقل بالذات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِسے پورے اہتمام، پوری حفاظت اور پوری قطعیت کے ساتھ انسانوں تک پہنچانے کے مکلف تھے۔"[12]

چنانچہ اُنھوں نے اپنی کتاب میں اُن تمام اجزاے دین کی سنن ہی کی حیثیت سے فہرست بندی کی ہے جو امت کی علمی و عملی روایت میں عبادات، معاشرت، خور و نوش اور رسوم و آداب کے دائرے میں مراسم دین کے طور پر مسلم رہے ہیں۔ یہ فہرست درج ذیل ہے:

"اِس (سنت کے) ذریعے سے جو دین ہمیں ملا ہے، وہ یہ ہے:[13]

۱۱۔ یہاں یہ واضح رہے کہ غامدی صاحب قرآن مجید اور حدیث و سنت میں مذکور احکام کو اُن کی اصل اور شرح و فرع کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: ایک حصہ اُن احکام پر مشتمل ہے جو اصلاً اور ابتداءً قرآن میں مذکور ہیں اور حدیث و سنت میں اُن کی شرح و فرع اور تاکید بیان ہوئی ہے۔ دوسرے حصے میں وہ احکام شامل ہیں جو اصلاً اور ابتداءً سنت میں بیان ہوئے ہیں اور قرآن میں اُن کا ذکر تاکیداً یا کسی اور ضرورت کے تحت آیا ہے۔ اس کی وضاحت اُنھوں نے "میزان" میں "مبادی تدبر سنت" کے زیر عنوان اِن الفاظ میں کی ہے:

"عملی نوعیت کی وہ چیزیں بھی سنت نہیں ہو سکتیں جن کی ابتدا پیغمبر کے بجاے قرآن سے ہوئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلوم ہے کہ آپ نے چوروں کے ہاتھ کاٹے ہیں، زانیوں کو کوڑے مارے ہیں، اوباشوں کو سنگ سار کیا ہے، منکرین حق کے خلاف تلوار اٹھائی ہے، لیکن اِن میں سے کسی چیز کو بھی سنت نہیں کہا جاتا۔ یہ قرآن کے احکام ہیں جو ابتداءً اُسی میں وارد ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تعمیل کی ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور قربانی کا حکم بھی اگرچہ جگہ جگہ قرآن میں آیا ہے اور اُس نے اِن میں بعض اصلاحات بھی کی ہیں، لیکن یہ بات خود قرآن ہی سے واضح ہو جاتی ہے کہ اِن کی ابتدا پیغمبر کی طرف سے دین ابراہیمی کی تجدید کے بعد اُس کی تصویب سے ہوئی ہے۔ اِس لیے یہ لازماً سنن ہیں جنھیں قرآن نے موکد کر دیا ہے۔ کسی چیز کا حکم اگر اصلاً قرآن پر مبنی ہے اور پیغمبر نے اُس کی وضاحت فرمائی ہے یا اُس پر طابق النعل بالنعل عمل کیا ہے تو پیغمبر کے اِس قول و فعل کو ہم سنت نہیں، بلکہ قرآن کی تفہیم و تبیین اور اسوۂ حسنہ سے تعبیر کریں گے۔ سنت صرف اُنھی چیزوں کو کہا جائے گا جو اصلاً پیغمبر کے قول و فعل اور تقریر و تصویب پر مبنی ہیں اور اُنھیں قرآن کے کسی حکم پر عمل یا اُس کی تفہیم و تبیین قرار نہیں دیا جا سکتا۔" (میزان ۵۸)

۱۲۔ غامدی، جاوید احمد، مقامات، لاہور: المورد، ۲۰۱۴ء، ص ۱۶۳۔

۱۳۔ واضح رہے کہ ان میں سے بعض سنن، مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج و عمرہ وغیرہ کو بیش تر علماے امت آیات قرآنی کی

عبادات

۱۔ نماز۔ ۲۔ زکوٰۃ اور صدقۂ فطر۔ ۳۔ روزہ و اعتکاف۔ ۴۔ حج و عمرہ۔ ۵۔ قربانی اور ایام تشریق کی تکبیریں۔

معاشرت

۱۔ نکاح و طلاق اور اُن کے متعلقات۔ ۲۔ حیض و نفاس میں زن و شو کے تعلق سے اجتناب۔

خورونوش

۱۔ سؤر، خون، مردار اور خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیے گئے جانور کی حرمت۔ ۲۔ اللہ کا نام لے کر جانوروں کا تذکیہ۔

رسوم و آداب

۱۔ اللہ کا نام لے کر اور دائیں ہاتھ سے کھانا پینا۔ ۲۔ ملاقات کے موقع پر السلام علیکم اور اُس کا جواب۔ ۳۔ چھینک آنے پر الحمد للہ اور اُس کے جواب میں یرحمک اللہ۔ ۴۔ مونچھیں پست رکھنا۔ ۵۔ زیر ناف کے بال کاٹنا۔ ۶۔ بغل کے بال صاف کرنا۔ ۷۔ بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا۔ ۸۔ لڑکوں کا ختنہ کرنا۔ ۹۔ ناک، منہ اور دانتوں کی صفائی۔ ۱۰۔ استنجا۔ ۱۱۔ حیض و نفاس کے بعد غسل۔ ۱۲۔ غسل جنابت۔ ۱۳۔ میت کا غسل۔ ۱۴۔ تجہیز و تکفین۔ ۱۵۔ تدفین۔ ۱۶۔ عید الفطر۔ ۱۷۔ عید الاضحیٰ۔‘‘[۱۴]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۴۔ غامدی صاحب قرآن مجید کی تبیین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منصبی ذمہ داری سمجھتے ہیں اور اس اعتبار

تبیین پر محمول کرتے ہیں۔ یعنی یہ احکام اصلاً قرآن میں وارد ہوئے ہیں اور سنت نے ان کی تشریح و تفصیل کی ہے۔ غامدی صاحب کا موقف اس کے برعکس ہے۔ اُن کے نزدیک ان کی حیثیت مستقل بالذات سنن کی ہے جن کی ابتدا قرآن سے نہیں ہوئی۔ قرآن میں ان کا ذکر اصل حکم کے طور پر نہیں، بلکہ تاکید کے لیے یا کسی اور ضرورت کے تحت آیا ہے۔ بالبداہت واضح ہے کہ علما اور غامدی صاحب کے اس اختلاف کا تعلق بات کی پیشکش اور استدلال کی ترتیب سے ہے، نتیجے سے ہرگز نہیں ہے۔ چنانچہ غامدی صاحب انھیں دیگر علماے امت ہی کی طرح واجب العمل سنن کی حیثیت سے دین کا لازمی حصہ مانتے ہیں۔ اس ضمن میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ سنت کا مرتبہ اُن کے نزدیک اُس مرتبے سے بھی زیادہ ہے جو دیگر علماے امت اُسے دیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر علماے امت مذکورہ سنن کو قرآن کے تابع اور اُس کی شرح و فرع کے مقام پر رکھتے ہیں، جب کہ غامدی صاحب انھیں اُس کے مساوی سمجھتے ہیں اور اُس سے منفرد حیثیت سے قبول کرتے ہیں۔

۱۴۔ غامدی، جاوید احمد، میزان، لاہور: المورد، ۲۰۱۵ء، ص ۱۴۔

سے آپ کے مقام کو مامور من اللہ مبین کتاب کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں۔ سورۂ نحل کی آیت تبیین کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”آیت کا مدعا یہ ہے کہ خالق کائنات نے اپنا یہ فرمان محض اِس لیے پیغمبر کی وساطت سے نازل کیا ہے کہ وہ لوگوں کے لیے اُس کی تبیین کرے۔ گویا تبیین یا بیان پیغمبر کی منصبی ذمہ داری بھی ہے اور اُس کے لازمی نتیجے کے طور پر اُس کا حق بھی جو اُسے خود پروردگار عالم نے دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر مامور من اللہ مبین کتاب ہے۔“[15]

اسی بنا پر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دین کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے عالم تھے اور اس اعتبار سے آپ کو یہ امتیازی حیثیت حاصل تھی کہ وحی الٰہی کی تائید وتصویب کی بدولت آپ کا علم ہر خطا سے پاک تھا۔ لکھتے ہیں:

”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر تھے، اِس لیے دین کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے عالم، بلکہ سب عالموں کے امام بھی آپ ہی تھے۔ دین کے دوسرے عالموں سے الگ آپ کے علم کی ایک خاص بات یہ تھی کہ آپ کا علم بے خطا تھا، اِس لیے کہ اُس کو وحی کی تائید وتصویب حاصل تھی۔“[16]

۵۔ غامدی صاحب کے نزدیک روایات میں منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ارشادات تفہیم وتبیین کی حیثیت رکھتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی نسبت کی تحقیق کے بعد ان کی پیروی ایمان کا لازمی تقاضا ہے اور اس سے معمولی اختلاف بھی ایمان کے منافی ہے۔ لکھتے ہیں:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات بھی دین کی حیثیت سے روایتوں میں نقل ہوئے ہیں، اُن میں سے بعض کو میں نے تفہیم وتبیین اور بعض کو اسوۂ حسنہ کے ذیل میں رکھا ہے۔ یہی معاملہ عقائد کی تعبیر کا ہے۔ اِس سلسلہ کی جو چیزیں روایتوں میں آئی ہیں، وہ سب میری کتاب میزان کے باب ایمانیات میں دیکھ لی جا سکتی ہیں۔ یہ بھی تفہیم وتبیین ہے۔ علمی نوعیت کی جو چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے نقل ہوئی ہیں، اُن کے لیے صحیح لفظ میرے نزدیک یہی ہے۔ آپ سے نسبت متحقق ہو تو اس نوعیت کے ہر حکم، ہر فیصلے اور ہر تعبیر کو میں حجت سمجھتا ہوں۔ اِس سے ادنیٰ اختلاف بھی میرے نزدیک ایمان کے منافی ہے۔“[17]

۱۵۔ غامدی، جاوید احمد، برہان، لاہور: المورد، ۲۰۰۸ء، ص ۴۰۔

۱۶۔ غامدی، جاوید احمد، مقامات، لاہور: المورد، ۲۰۱۴ء، ص ۱۶۳۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۵۱۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ غامدی صاحب حدیث و سنت کی اصطلاحات میں واضح فرق کے قائل ہیں۔ حدیث کو تو وہ سابق علما کے موقف کے مطابق دین کی تفہیم و تبیین ہی قرار دیتے ہیں۔ تاہم، وہ اِسے قرآن کی تفہیم و تبیین تک محدود نہیں کرتے، بلکہ سنت کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔ سنت کو وہ قرآن ہی کی طرح دین کا مستقل بالذات ماخذ قرار دیتے ہیں۔ گویا اُن کے نزدیک قرآن اور سنت مستقل بالذات ماخذ دین ہیں اور حدیث اُن کی شرح و فرع اور تفہیم و تبیین ہے۔ اصطلاحات کے اس فرق کی نوعیت اور ضرورت کے حوالے سے اُنھوں نے بیان کیا ہے:

> ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو قرآن دیا ہے۔ اِس کے علاوہ جو چیزیں آپ نے دین کی حیثیت سے دنیا کو دی ہیں، وہ بنیادی طور پر تین ہی ہیں:
>
> ۱۔ مستقل بالذات احکام و ہدایات جن کی ابتدا قرآن سے نہیں ہوئی۔
>
> ۲۔ مستقل بالذات احکام و ہدایات کی شرح و وضاحت، خواہ وہ قرآن میں ہوں یا قرآن سے باہر۔
>
> ۳۔ اِن احکام و ہدایات پر عمل کا نمونہ۔
>
> یہ تینوں چیزیں دین ہیں۔ دین کی حیثیت سے ہر مسلمان اِنھیں ماننے اور اِن پر عمل کرنے کا پابند ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اِن کی نسبت کے بارے میں مطمئن ہو جانے کے بعد کوئی صاحب ایمان اِن سے انحراف کی جسارت نہیں کر سکتا۔ اُس کے لیے زیبا یہی ہے کہ وہ اگر مسلمان کی حیثیت سے جینا اور مرنا چاہتا ہے تو بغیر کسی تردد کے اِن کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔
>
> ہمارے علما اِن تینوں کے لیے ایک ہی لفظ سنت استعمال کرتے ہیں۔ میں اِسے موزوں نہیں سمجھتا۔ میرے نزدیک پہلی چیز کے لیے سنت، دوسری کے لیے تفہیم و تبیین اور تیسری کے لیے اسوۂ حسنہ کی اصطلاح استعمال کرنی چاہیے۔ اِس سے مقصود یہ ہے کہ اصل اور فرع کو ایک ہی عنوان کے تحت اور ایک ہی درجے میں رکھ دینے سے جو خلط مبحث پیدا ہوتا ہے، اُسے دور کر دیا جائے۔''[۱۸]

ان اقتباسات سے واضح ہے کہ جناب جاوید احمد غامدی حدیث و سنت کو من جملۂ دین قرار دیتے اور اِن کی حجیت کو پوری طرح تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دین میں مطاع کی حیثیت کو تسلیم کرنے اور اس بنا پر آپ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کو واجب الاطاعت ماننے، حدیث و سنت کو نبی صلی اللہ

۱۸۔ غامدی، جاوید احمد، مقامات، لاہور: المورد، ۲۰۱۴ء، ص ۱۵۰۔

علیہ وسلم کا قائم مقام سمجھنے اور ان کی تشریعی اور تشریحی حیثیتوں کو تسلیم کرنے اور ان کے انکار کو دین وایمان کے منافی تصور کرنے کے حوالے سے وہ اُسی موقف کے علم بردار ہیں جس پر امت گذشتہ چودہ سو سال سے کاربند ہے۔ ان کا علمی و فکری کام اِس موقف پر واقعاتی شہادت کی حیثیت رکھتا ہے جس کی تردید علم واستدلال کے دائرے میں ناممکن ہے۔ دین اسلام پر ان کی نمایندہ کتاب ''میزان'' اِس امر کا واضح ثبوت ہے جس میں نماز، زکوٰۃ، روزہ، اعتکاف، حج، عمرہ، عید، نکاح، طلاق، تذکیہ، غسل، تجہیز و تکفین اور اس نوعیت کے دیگر مجمع علیہ مراسم دین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ سنن ہی کے طور پر مشروع قرار دیا گیا ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ دین کی شرح و فرع کے ضمن میں کم و بیش بارہ سو احادیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ تفسیر قرآن ''البیان'' کی تکمیل کے بعد اب ان کی تمام تر توجہات احادیث کی تحقیق اور شرح و وضاحت کے کام پر مرتکز ہیں۔

اِس تفصیل سے یہ بات پوری طرح متحقق ہو جاتی ہے کہ جناب جاوید احمد غامدی حدیث و سنت کے ایک مخلص خادم ہیں اور بعض لوگوں کی جانب سے ان پر حدیث و سنت کے انکار کا الزام محض ایک بہتان ہے جس کی علم و فکر اور دین و اخلاق میں کوئی گنجایش نہیں ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com